© rasailojaraid.com

تعارف و تبصرہ

"خضرِ راہ"

یہ معروف ادیب اور صحافی جناب قیوم خضر کی اس کتاب کا عنوان ہے جس میں انھوں نے اپنے الفاظ میں "اسلامی تصوف کا تجریدی مطالعہ" کیا ہے۔ انھوں نے اس مطالعہ کی خود ہی یہ تشریح کی ہے کہ یہ فلسفۂ تصوف کے بجائے نفس تصوف کا مطالعہ ہے یعنی اس میں تصوف کی تعریف و توضیح کی گئی ہے اور اس کی حقیقت و اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

زیر نظر کتاب کے تین ابواب ہیں۔ اشارات، محاضرات، توضیحات۔ ان کے علاوہ ابتدا میں "معروضات" کے عنوان سے مقدمہ کتاب ہے اور "کتابیات" کے عنوان سے ماخذ مطالعہ کا تذکرہ خاتمۂ کتاب پر کیا گیا ہے۔ کتاب کے دو ابواب، محاضرات اور توضیحات، کو میں صرف تتمہ یا ضمیمہ سمجھتا ہوں، اس لئے کہ اول الذکر میں "رموز اور اس کی حقیقت" پر گفت و گو کی گئی ہے، جو تصوف کی طریقت کے بجائے اصلاً و اصولاً دین کی شریعت کا ایک رکن ہے، اس طرح ثانی الذکر "مختصر قاموس تصوف" ہے، یعنی اس میں صرف الفاظ و اصطلاحات کی شرح ہے، جو لغت نویس کا کام ہے۔ لہٰذا کتاب کے موضوع پر بحث دراصل ایک ہی باب، "اشارات" میں ختم ہو جاتی ہے۔ چناں چہ میرا تبصرہ اسی باب پر مبنی ہے۔

مصنف کی معروضات پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تصوف کی پرخطر نزاکتوں سے واقف ہیں، کہتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ تصوف میں بعض الفاظ جن معانی میں استعمال ہوتے ہیں عام طور پر لغت میں ان الفاظ کے معانی بعینہ اسی طرح نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے ملنے، کیوں کہ صوفیا الفاظ کے معانی اپنے احوال و کوائف کے مطابق لیا کرتے ہیں۔" (ص۵)

مصنف صوفیا کے اس طرزِ گفت و گو کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں:

"اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اہلِ تصوف کا تو مشن ہی یہ تھا کہ لوگوں کے اندر اس حقیقی دینداری اور خدا پرستی کی اصلی روح کو بیدار اور جاری و ساری کیا جائے جو انبیاء کی دعوت کا اصل مقصد تھا، لیکن یہ بات ظالم و جابر بادشاہوں نیز حکمرانوں کو گوارہ نہ تھی، اس لئے صوفیا اپنی بات ایسی زبان اور اصطلاحات میں بیان کرتے تھے کہ ان کے اپنے طائفہ کے لوگ تو اچھی طرح سمجھ لیں لیکن اگر وہی باتیں ان کے حلقے سے باہر جائیں تو دوسرے اس سلسلے کے بھیدوں کو نہ پا سکیں"۔

میرے خیال میں یہی تصوف کی اصلی خامی ہے اور جو صوفیا بھی اس میں مبتلا تھے وہ دین کی روح اور شریعت کے تقاضوں کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ انھوں نے طریقت کو خانقاہیت کے گورکھ دھندے میں گم کر دیا تھا۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا قول تو یہ ہے کہ "سب سے بڑا جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنا" ہے، جب کہ یہ نام نہاد صوفیاء اپنے خیال میں رشد و ہدایت کے ملفوظات گویا جابر بادشاہ کے خوف سے خفیہ طور پر بس اپنے حلقۂ خاص میں ارشاد کیا کرتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ صوفیا کہلانے والے تمام بزرگان دین کے بارے میں ایسا سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ وہ مبہم بیانات دیا کرتے تھے، اس لئے کہ جن حضرات کو صوفیا کہا جاتا ہے ان میں بعض بڑے بڑے علمائے اسلام شامل ہیں جنھوں نے اپنے دور میں خدا کے دین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے پوری جرأت ایمانی کے ساتھ جہاد کیا اور کبھی کسی جابر بادشاہ یا ظالم حکمراں کی انھوں نے پروا نہ کی۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدانہ کارنامے اس سلسلے کی روشن مثال ہیں۔ شریعت دین کی علانیہ پابندی اور فرائض کی برملا ادائیگی چاہتی ہے، لہٰذا حق طلبیت اس تقاضا کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شریعت کے خلاف ہو وہ اسلام کے صراط مستقیم سے ہٹی ہوئی ہے۔

اس نکتہ پر زیر نظر کتاب کے باب اول "اسلامی تصوف کا تجریدی مطالعہ" بہ عنوان "اشارات" کی ابتداہی میں شیخ محی الدین ابن عربی کے اس قول سے کافی روشنی پڑتی ہے:

"قیامت کے دن تم سے یہ سوال نہیں ہو گا کہ "فتوحات مکیہ" پڑھی تھی یا نہیں، بلکہ وہاں تو یہی پوچھا جائے گا کہ نماز پڑھی تھی یا نہیں"۔ (ص ۱۸)

قیوم خضر صاحب نے اس فکر انگیز قول پر تبصرہ کرتے ہوئے خود ہی لکھا ہے

"ان (شیخ محی الدین ابن عربی) کی نظر میں بھی تصوف کتاب و سنت کی پیروی کے ایک طریقے کا نام ہے"۔ (ایضاً)

میرے خیال میں یہی لفظ "طریقت" کی بہترین تشریح ہے کہ یہ بس "کتاب و سنت کی پیروی کے ایک طریقے کا نام ہے"۔ چناں چہ اگر تصوف کے کسی طریقے میں کتاب و سنت سے ذرا بھی تجاوز نظر آئے تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ غلط اور گمراہ کن ہے۔

اس سلسلے میں قیوم خضر صاحب نے حضرت داتا گنج بخشؒ کا جو قول ان کی تصنیف "کشف المحجوب" سے نقل کیا ہے اس میں ایک جملہ بہت حقیقت افروز ہے

"اگر تصوف کے انکار سے تمہاری مراد محض اس کے نام سے انکار ہے تو کچھ حرج نہیں"۔ (ص ۲۰)

لیکن موصوف کے ملفوظ کا یہ حصہ کہ "اگر (تصوف کے) معنی اور حقیقت سے انکار کرتے ہو تو سمجھ لو کہ یہ کل شریعت سے انکار ہے" محل نظر ہے، اس لئے کہ اس میں بے جا مبالغہ آرائی ہے اور تصوف کو بلا وجہ روح مذہب کا مترادف تصور کر لیا گیا ہے۔ جو بات حضرت داتا گنج بخشؒ اپنے خیال میں تصوف کے معنی اور حقیقت کے بارے میں کہنا چاہتے ہیں وہ صرف شریعت کے لئے مخصوص ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اپنے دین کو شرع اور شریعت تو کہا ہے، طریقت یا تصوف نہیں کہا ہے، لہٰذا تصوف کے لفظ و معنی پر اس درجہ اصرار کہ اس کا انکار "کل شریعت کا انکار" ہے بالکل غلط اور لغو ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس معاملے میں حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قول فیصل ارشاد کیا ہے، جو صفحہ ۲۵ پر زیر نظر کتاب میں مندرج ہے:

"کتاب و سنت کو اپنے سامنے رکھو تامل و تدبر کے ساتھ دونوں کا مطالعہ کرو اور ان دونوں ہی کو اپنا دستور العمل بناؤ...... خاتم المرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہمارا کوئی نبی و ہادی نہیں کہ ہم اس کی پیروی کریں اور قرآن کے سوا کوئی کتاب نہیں کہ ہم اس پر عمل کریں لہٰذا تم ان دونوں کے دائرے سے باہر نہ نکلو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، تمہاری خواہش اور شیطانی وسوسے تمہیں گم راہ کر دیں گے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنی خواہش نفس کی پیروی نہ کرو ورنہ تم اللہ کے راستے سے بھٹک جاؤ گے، اس لئے سلامتی کتاب و سنت کی پیروی ہی میں ہے اور ہلاکت ان کی عدم پیروی میں۔"

اس قول فیصل کے بالکل برخلاف شاہ تصدق علی صاحب کی وہ خرافات ہے جو قیوم خضر صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۹ پر نقل کی ہے۔ اس لغو بیان کے یہ گم راہ کن جملے دیکھئے:

"شریعت کثرت خلق ہے اور خلق کو فنا ہے۔ حقیقت وحدت ہے اور وحدت عین حق ہے نیز حق کو بقا ہے۔ اس صورت میں اہل شریعت رو بہ خلق ہیں اور اہل حقیقت رو بہ حق ہیں۔ سوچئے کہ رو بہ حق ہونا اچھا ہے یا رو بہ خلق ہونا بہتر ہے۔"

اس لایعنی ملفوظ کی انتہائی جسارت یہ ہے کہ

"حضور سرور کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم شریعت میں نبی اور حقیقت میں ولی تھے۔"

نعوذ باللہ! گویا شاہ تصدق علی صاحب کے خیال میں "ولی" نبی سے بڑا ہے۔ جس شخص نے بھی قرآن سمجھ کر پڑھا ہے جانتا ہے کہ ولی ہر وہ شخص ہے جو خدا اور رسول کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احکام وارشادات کی پوری پابندی وپیروی اپنے قول وعمل دونوں سے کرے، جب کہ نبی صرف وہ چند شخصیتیں ہیں جنھیں اللہ نے اپنی پیغام بری کے عظیم منصب پر فائز کیا اس لئے نبی کی امت ہوتی ہے جس میں نبی کے پیروؤں کے درمیان وہ لوگ پیدا ہوتے ہیں جو نبی کی پیروی میں پختگی کے باعث ولی کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں۔

علم وعمل کی بحث میں حضرت مخدوم جہاںؒ کا یہ قول بالکل صحیح ہے ایمان افروز ہے کہ "علم امام ہے عمل کا اور عمل اس کے تابع ہے" (مکتوب ۳۷، منقول "خضرِ راہ"، ص۳۱) لیکن حضرت کا یہ ملفوظ ناقابل فہم ہے کہ "جو علم زندگی کے چشموں سے ابلتا ہے اس کو ظاہری حواس کی مدد کی ضرورت نہیں ہوتی"۔ (مکتوب ۴۱، منقول خضرِ راہ ص۳۲)۔

قیوم خضر صاحب نے سماع کے سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے ان کی کوشش اعتدال کے باوجود محل نظر ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے شاہ اختر حسین چشتی صابری صاحب کی جو خرافات سماع کی تصدیق وتشریح میں درج کی ہے وہ بڑی عبرت انگیز ہے۔ ایسی ہی مغالطہ بازیاں سماع کو ایک خطرناک نوعیت میں تبدیل کر دیتی ہیں۔ اچھے اشعار اور اچھی آواز یقیناً جان فزا ہیں مگر سماع کے نام سے قوالی اور حال وقال کا جو ہنگامۂ رقص وموسیقی گرم کیا جاتا ہے اس کا کوئی جواز شریعت میں نہیں ہے۔ یہ محض چند اہل دل کہلانے والوں کی تفریح اور نشاط خاطر کا سامان ہے جسے خواہ مخواہ تقدس کے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کار عبث ہے۔

"تصوف میں گوشہ نشینی اور بے عملی" پر گفت وگو کرتے ہوئے جناب قیوم خضر نے بالعموم اعتدال وتوازن سے کام لیا ہے اور چند بصیرت افروز حقائق پیش کئے ہیں، لیکن بعض خدا رسیدہ بزرگوں کے متعلق "ترک اسباب" (۴۲) کی جو باتیں انھوں نے کی ہے وہ خود ان کی دی ہوئی ان دلیلوں اور مثالوں کے خلاف ہے جو انھوں نے علمائے اسلام کی سیرتوں سے لی ہیں۔

"دعا وتعویذ کی حقیقت" اور "ضرورت شیخ" پر جو مباحث زیر نظر کتاب میں ہیں ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ راہ مستقیم کی جستجو کے باوجود خطوط منحنی بار بار قدموں تلے آتے اور مسافر کو منزل سے بھٹکاتے یا الجھاتے ہیں۔ راہ سیدھی اور صاف یہ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ خدا کے سوا کسی بھی ہستی کو کسی بھی درجے میں کارساز تصور کرنا شرک کی حد تک پہنچ جاتا ہے جو اسلام کی نگاہ میں واحد معصیت ہے جس کی مغفرت قیامت کے روز داورِ محشر کسی بھی حال میں نہ کرے گا، جیسا کہ اس نے بار بار قطعی طور پر قرآن حکیم میں واضح فرمادیا ہے۔ اسی طرح دعا خدا اور بندے کے درمیان کسی واسطے کی متحمل نہیں، بندہ خدا ہی سے براہ راست مانگے گا تو کچھ پائے گا۔ دوسرے ادیان کے مقابلے میں اسلام کا یہی امتیاز ہے کہ اس میں پروہتوں کا کوئی نظام نہیں ہے، خالق و مخلوق کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں اور احکام شریعت میں رسول کی تقلید کے سوا کسی دوسری انسانی شخصیت کی بے چون و چرا پیروی کا پھندا آدمی کی گردن میں نہیں ڈالا گیا۔ علمائے اسلام سے استفادہ اور اولیاء اللہ سے محبت یقیناً ایک کارِ خیر ہے، مگر جو کچھ ہے دین و شریعت کے حدود میں اور خدا و رسول کے اتباع میں۔

مجموعی طور پر قیوم خضر صاحب نے بڑی کاوش اور دیدہ ریزی سے ایک نازک اور پیچیدہ موضوع پر بہت ہی دل چسپ، معلومات افزا اور فکر انگیز نکات ایک مختصر سی کتاب میں سلیقے کے ساتھ جمع کر دیئے ہیں، جن کے مطالعے سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ جویائے حق ہیں اور انھوں نے حتی الوسع مذہبی امور میں غلو اور افراط و تفریط سے دامن بچا کر صحیح دینی و شرعی موقف اور نقطۂ نظر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس سلسلے میں بہتیری غلط اور گمراہ کن باتوں کی تردید خود اکابر صوفیا کے اقوال کے حوالے سے کی ہے کہ اکابر صوفیا و اولیا اور بزرگانِ دین طریقت کو شریعت سے الگ نہ سمجھتے تھے بلکہ شریعت کے گہرے شعور اور اس کی پرخلوص پابندی کا ایک طریقہ، ایک ذریعہ سمجھتے تھے اور جب تک دین و شریعت کا پختہ علم و عمل کسی شخص کو حاصل نہ ہوتا تھا اس کو نہ صوفی مانتے تھے نہ ولی نہ بزرگ۔ اس طرح بزرگانِ دین کے نزدیک طریقت "تقویٰ، زہد اور احسان" سے مختلف کوئی چیز نہ تھی اور اس میں نہ تو ترک دنیا کی گنجائش تھی، نہ بے عملی، بدعقیدگی اور بدعت کی۔ لیکن عالم و مجاہد اولیا کے جاہل و کاہل جانشینوں یا نقالوں نے اپنی بے شعوری اور بدکرداری سے تصوف کے نام پر رائج میں ضعیف الاعتقادی اور بدعملی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھیلائی لہٰذا ضرورت ہے کہ حقیقی بزرگان دین، علما، صلحا، اولیا اور اتقیا کے مجاہدوں سے سبق حاصل کیا جائے اور ان کے نقالوں سے احتراز کیا جائے۔

یہ قیمتی نکات جناب قیوم خضر نے بڑے شگفتہ انداز سے بیان کئے ہیں، اگرچہ بعض جگہ شگفتگی شاعری کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ بہرحال بزرگوں کے اقوال اور قرآن و حدیث کے حوالوں سے کثرت کے باوجود بیان میں سلاست اور روانی عام طور سے پائی جاتی ہے۔ یہ خوبیاں کتاب کو دلچسپ اور ایک دقیق موضوع کو سہل بناتی ہیں، لیکن قرآن و حدیث کے بعض حوالوں کو بزرگوں کے ملفوظات سے نقل کرنے کے بجائے براہِ راست آیات و روایات سے لینا بہتر ہوتا، تاکہ وہ تسامحات سرزد نہ ہوتے جو کہیں کہیں نظر آتے ہیں، مثلاً صد ۹ پر آیت قرآنی کا ایک حوالہ جو درحقیقت آیت نہیں ہے۔

میرا خیال ہے کہ "خضرِ راہ" تصوف کا ایک اچھا، نسبتہً وعموماً محتاج اور مفید مطالعہ ہے۔ تصوف سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اس میں کافی فکرانگیز مواد ہے۔ ایسی کتاب کو ہر کتب خانے کی زینت بنانا چاہئے۔

(ڈاکٹر عبدالمغنی)

ہندوستان پبلی کیشنز کی اہم مطبوعات

۱۔ اسلام ۔ ایک روشن حقیقت	ڈاکٹر محمود عبدالعاطی	۲۵/-
۲۔ اخوان المسلمون کا تربیتی نظام	یوسف القرضاوی	۸/-
۳۔ ہم دعوت کا کام کیسے کریں	عبدالبدیع صقر	۸/-
۴۔ اسلامی معیشت کے بنیادی اصول	محمد ابوالسعود	۱۰/-
۵۔ دعوت اسلامی پندرہویں صدی کے استقبال میں	الغزالی	۲۰/-
۶۔ اسلامی کردار	محمد الغزالی	۲۰/-
۷۔ زنداں کے شب و روز	زینب الغزالی	۱۲/-

ملنے کے پتے:
۱۔ مرکزی مکتبہ اسلامی ۳۵۳ ۔ چتلی قبر ۔ دہلی ۔ ۶ ۱۱۰۰۰
۲۔ مرکنٹائل پبلشنگ دہلی ۔ ۲۵-۲۰۳۴ بلیماران گلی قاسم جان

© rasailojaraid.com